'کردستان' تقسیم اُمت کا نیا عنوان

عبدالغفار عزیز

نفرت، تعصب، حسد اور لالچ، ہمارے ازلی دشمن شیطان کے بنیادی ہتھکنڈے ہیں۔ لیکن اولادِ آدم ہے کہ مسلسل انھی خطاؤں کی مرتکب ہوکر تباہی کے راستے پر چلی جارہی ہے۔ تعصب اور لالچ ،افراد و اقوام کی نامرادی کی بنیاد بن رہے ہیں۔ ابلیس ایک طرف ان کے زہریلے بیج بو رہا ہے اور دوسری طرف ان فصلوں سے فائدہ سمیٹنے والے خناسوں کو شہ دیتے ہوئے، پہلے سے منقسم اُمت کو نت نئے تعصّبات کی نذر کرتا چلا جارہا ہے۔ صدیوں پرانے مسلکی تنازعات کی بنا پر نفرت کے الاؤ مزید بھڑکائے جارہے ہیں۔ ایک ایک مسلک یا فقہ کے ماننے والوں کو نسلی، لسانی اور علاقائی بنیادوں پر ایک دوسرے کے خون کا پیاسا بنایا جارہا ہے۔ ان میں سے بھی کوئی اختلافی بنیاد نہ ملے تو ریاستوں کے مابین سیاسی اختلافات ہی کو جنگوں کا بہانہ بنادیا جاتا ہے۔

خلافت عثمانیہ کے خاتمے کے بعد اس وقت کے بعض مسلم حکمرانوں کو شاہ بلکہ شہنشاہ بننے کا لالچ دے کر اپنے ناپاک منصوبے نافذ کیے گئے اور پھر وفادارانہ وابستگی کے وعدے پر پورے خطے کو چھوٹی چھوٹی متحارب ریاستوں میں تقسیم کردیا گیا۔ تقسیم کرنے والے چاہتے تو اس وقت خطے میں پائی جانے والی بڑی 'کرد' آبادی کا بھی ایک الگ ملک بنادیتے، لیکن اصل ہدف علاقے یا عوام کا مفاد نہیں، فتنے کاشت کرنا تھا۔ کرد علاقے کو چار ممالک ترکی، شام، عراق اور ایران میں بانٹ دیا گیا، اور پھر گذشتہ پوری صدی ان کے دلوں میں 'کرد' شناخت کی پرستش راسخ کی گئی۔ اس جذبۂ پرستش میں شدت پیدا کرنے کے لیے، مختلف مراحل میں اور مختلف حکمرانوں کے ذریعے ان کے حقوق بھی

سلب کروائے گئے، اور ترقی کے خواب دکھا کر ان کے ہاتھوں میں بندوق تھما دی گئی۔

● **کردستان کا پس منظر:** کرد مسئلے کا جائزہ لیں تو درج ذیل اہم حقائق سامنے آتے ہیں:

دنیا میں کرد آبادی کے بارے میں مختلف دعوے کیے جاتے ہیں۔ محتاط اندازوں کے مطابق ان کی تعداد تقریباً ۳۷ ملین (۳ کروڑ ۷۰ لاکھ) ہے۔ جن میں سے زیادہ (ایک کروڑ ۵۰ لاکھ) ترکی میں رہتے ہیں، جو ترک آبادی کا تقریباً ۲۰ فی صد ہیں۔

● **ترکی:** خلافت عثمانیہ کا خاتمہ کرنے والے سیکولر ترکی کے بانی مصطفےٰ کمال پاشا نے اپنا پورا نظام ترک قومیت، ترک تفاخر اور لادینیت پر استوار کیا۔ اس پالیسی نے ایک جانب اسلامی شناخت اور شعائر کو مسخ کرتے ہوئے، مختلف قومیتوں کو اکٹھا رکھنے والی مضبوط بنیاد ڈھا دی۔ دوسری جانب کردوں سمیت تمام قومیتوں کی زبان، سیاسی سرگرمیوں اور علاقائی رسوم و رواج پر بھی کڑی پابندیاں عائد کرتے ہوئے ان کے دلوں میں ایک احساسِ محرومی اُبھارا۔ اس پالیسی کے خلاف مختلف اوقات میں کردوں کی مختلف تحریکیں جنم لیتی رہیں، جن میں سے الشیخ سعید پیران کی تحریک نمایاں ہے۔ ۱۹۷۷ء تک خفیہ رکھی جانے والی دستاویزات ثابت کرتی ہیں کہ یہ تحریک بنیادی طور پر خلافت عثمانیہ بحال کرنے کی تحریک تھی۔ لیکن ان کے حامی اور مددگاروں کی غالب تعداد کرد آبادی پر مشتمل تھی، کیوں کہ خلافت عثمانیہ کے زیر سایہ رہتے ہوئے کرد آبادی کو کامل حقوق حاصل تھے۔ مصطفےٰ کمال پاشا کی افواج نے سعید پیران کو کرد آبادی کے بڑے شہر 'دیار بکر' ہی میں محصور کر دیا۔ ارمنی اور شرکسی اقوام نے بھی ان کی مدد کی، لیکن اتاترک نے اس تحریک کو بُری طرح کچلتے ہوئے، ۳۰ جون ۱۹۲۵ء کو سعید پیران کو پھانسی چڑھا دیا۔ اس لیے جدید کرد تاریخ میں ان کا نام ایک علامت (symbol) کی حیثیت اختیار کر گیا۔

ترکی میں کرد تحریک بظاہر ختم ہوگئی، لیکن کئی مراحل کے بعد ۱۹۷۸ء میں ۳۰ سالہ باغی رہنما عبداللہ اوجلان کی صدارت میں 'پارٹی کارکراں کردستان' (PKK) کی صورت میں دوبارہ سامنے آئی۔ یہ جماعت ۸۰ کے عشرے میں خوفناک مسلح کارروائیوں کے ذریعے ترکی سے علیحدگی اور کردستان کی آزادی کا نعرہ بلند کرنے لگی۔ ان مسلح کارروائیوں میں ۴۰ ہزار سے زائد انسان لقمۂ اجل بن گئے۔ ترک دستاویزات کے مطابق اس بدامنی کے نتیجے میں ۵۰۰ ارب ڈالر سے

زیادہ کے مالی نقصانات ہوئے۔ عبداللہ اوجلان نے لبنان اور شام میں مسلح تربیتی کیمپ قائم کیے، جو ۱۹۹۸ء میں ترکی کے دباؤ پر بالآخر ختم کرنا پڑے۔ فروری ۱۹۹۸ء میں ترک خفیہ ادارے اوجلان کو کینیا کے دارالحکومت نیروبی سے گرفتار کر کے ترکی لے گئے۔ عدالت نے اسے سزاے موت سنائی جو بالآخر عمر قید میں بدل دی گئی۔

۲۰۱۴ء میں اوجلان نے جیل سے اپنے پیغام کے ذریعے ترکی کے ساتھ ۳۰ سالہ مسلح تصادم ختم کرنے اور اپنی جدوجہد پُرامن رکھنے کا اعلان کیا۔ ملک میں نئی کرد سیاسی جماعت وجود میں آئی۔ ایک جماعت پر عدالت نے پابندی لگادی تو دوسری وجود میں آگئی، جو اس وقت پارلیمنٹ کی اہم سیاسی جماعت ہے۔ لیکن بعض گروہ اب بھی مختلف مسلح کارروائیاں جاری رکھے ہوئے ہیں۔ ترکی سمیت دنیا کے کئی ممالک نے 'پی کے کے' کو دہشت گرد تنظیم قرار دے رکھا ہے۔

● **ایران**: ایران میں بھی مختلف ادوار میں کرد آبادی نے اپنے حقوق حاصل کرنے کے نام پر علیحدگی کی کوششیں کیں۔ ۲۲ جنوری ۱۹۴۶ء میں تو انھوں نے عراقی کرد رہنما ملا مصطفیٰ البارزانی سے مل کر 'مہاباد' کے نام سے اپنا الگ ملک بنانے کا اعلان کر دیا۔ قاضی محمد اس کے سربراہ بنائے گئے، لیکن یہ ریاست ۱۱ ماہ سے زیادہ نہ چل سکی۔ ایرانی حکومت نے اسے کچلتے ہوئے ۳۱ مارچ ۱۹۴۷ء کو قاضی محمد کو پھانسی دے دی۔ ۶۰ اور ۷۰ کے عشرے میں ایرانی کردوں نے عراقی کرد تحریکوں کے ساتھ مل کر پھر اپنے آپ کو مجتمع کرنے کی کوشش کی، لیکن کامیاب نہ ہوسکے۔

۱۹۷۹ء میں انقلابِ ایران کے بعد انھیں پہلے سے بھی زیادہ سختی سے کچل دیا گیا۔ ایران کے روحانی پیشوا آیت اللہ خمینی نے ان کے خلاف اعلانِ جہاد کرتے ہوئے ۱۹۸۲ء تک جاری رہنے والی کارروائیوں کے ذریعے ان کی آواز تقریباً خاموش کرادی۔

● **شام**: شام میں بھی کرد آبادی کو مختلف مسائل کا نشانہ بنایا جاتا رہا۔ زبان اور تاریخی ورثے کو محو کرنے کی کوششیں بھی ہوئیں اور ہزاروں کی تعداد میں افراد کو بے گھر بلکہ ملک بدر بھی کیا گیا۔ اسد خاندان کے ۴۰ سال سے طویل عرصے کے ظلم و ستم کے خلاف عوامی تحریک شروع ہوئی تو کرد گروہوں نے بھی مختلف شہروں پر قبضہ کرتے ہوئے اپنی الگ شناخت متعارف کروائی۔ کرد پرچم لہرانے اور الگ ریاست کے نعرے بلند ہونے لگے۔

●**عراق**: عراق میں کرد مسئلے کا تسلسل نسبتاً تفصیل سے دیکھنا ضروری ہے، کیوں کہ وہاں نہ صرف ۲۵ ستمبر ۲۰۱۷ء کو ہونے والے ریفرنڈم کے ذریعے علیحدگی کا فیصلہ کن اقدام اُٹھایا جاچکا ہے، بلکہ عالم اسلام کے کئی ممالک کے خلاف بھی انھی خطوط پر منصوبہ سازی جاری ہے۔ دیگر علاقوں کی نسبت عراقی کردوں کی صورتِ حال بہتر رہی۔ ان کا وجود تسلیم کیا گیا۔ ان کی زبان پر کوئی قدغن نہیں لگائی گئی۔ ۱۹۵۸ء میں عراق میں بادشاہت کے خاتمے اور جمہوریہ عراق کے اعلان کے بعد مزید مراعات ملیں۔ ان کے ذرائع ابلاغ، تعلیمی ادارے اور سیاسی جماعتیں وجود میں آئیں۔ کردستان کے موجودہ صدر مسعود البارزانی کے والد ملا مصطفےٰ البارزانی اور ان کے خاندان کو سوویت یونین سے واپس عراق آنے کی اجازت دی گئی۔ وہ ۱۶/اپریل ۱۹۵۹ء کو سوویت سفینے پر بصرہ بندرگاہ پہنچے تو ان کا بڑے پیمانے پر استقبال کیا گیا۔ عراقی فضائیہ کے طیاروں نے انھیں سلامی دی۔ بعد ازاں ان کے اور ان کے خاندان کے لیے بڑے بڑے وظائف جاری کرتے ہوئے، انھیں تمام تر رہایشی اور سفری سہولیات فراہم کی گئیں۔

عراقی وزیراعظم عبدالکریم قاسم اور ملا مصطفےٰ البارزانی کے درمیان یہ گرم جوش تعلقات عراق میں امن و استحکام کی نوید سنانے لگے۔ لیکن دو برس کے اندر اندر ہی مختلف اندرونی و بیرونی قوتوں نے غلط فہمیوں کی پہاڑ کھڑے کرتے ہوئے ملک کو خانہ جنگی کی دلدل میں دھکیل دیا۔ ۲۳/اپریل ۱۹۶۱ء کو عبدالکریم قاسم نے عراقی وزارت دفاع میں پریس کانفرنس کرتے ہوئے انکشاف کیا کہ: ''برطانوی سفارت خانے نے تخریبی کارروائیوں اور مفاد پرست عناصر کی پشتیبانی کرتے ہوئے فتنہ جوئی کے لیے تقریباً ۵ لاکھ دینار خرچ کیے ہیں''۔ عراقی سوشلسٹ پارٹی نے بھی اپنے ایک دستاویزی بیان میں انکشاف کیا کہ: ''جون ۱۹۶۱ء کے دوران ایران میں امریکی سفیر نے دیگر امریکی سفارت کاروں اور عسکری ماہرین کے ساتھ مل کر کرد علاقوں کے کئی دورے کیے ہیں''۔ شاہِ ایران نے بھی جلتی پر تیل ڈالتے ہوئے اپنے آقاؤں کا حق نمک ادا کیا۔

اس خانہ جنگی کے دوران ۸ فروری ۱۹۶۳ کو وزیراعظم عبدالکریم قاسم کی حکومت کا تختہ اُلٹ دیا گیا۔ بعث پارٹی کی حکومت قائم ہوئی۔ کردوں نے انقلاب کی حمایت کی اور کچھ عرصے کے لیے لڑائی رک گئی، لیکن جلد ہی دوبارہ شروع ہوگئی۔ اس ساری جنگ کے بنیادی مقاصد میں

سے ایک اس زمانے میں عراق کے ساتھ تیل کے معاہدوں کو اپنی مرضی کے مطابق ڈھالنا بھی تھا۔ ۱۱ستمبر ۱۹۶۱ء سے شروع ہونے والی یہ لڑائی مختلف مراحل سے گزرتی ہوئی ۱۹۷۰ء میں کردستان کی داخلی خودمختاری کے معاہدے پر آکر تھمی۔

کرد قوم پرستی کی راکھ تلے دبی چنگاریاں گاہے گاہے شعلہ جوالا بن کر لاتعداد انسانی جانیں بھسم کرتی رہیں۔ اس دوران مختلف انقلابات بھی آتے رہے۔ ۱۹۷۹ میں صدام حسین نے بعثی حکومت کے لیڈر کی حیثیت سے عراق کا اقتدار سنبھالا اور کئی مواقع پر کرد آبادی کے خلاف بے مہابا قوت استعمال کی۔ ایران عراق جنگ کے اختتامی مرحلے پر ایرانی سرحد پر واقع حلبچہ نامی قصبہ، ایرانی قبضے سے چھڑواتے ہوئے اس پر کیمیائی ہتھیاروں کا استعمال بھی انھی کارروائیوں کا حصّہ ہے۔جس سے بیک وقت ۵۵۰۰ سے زائد کرد شہری موت کے منہ میں چلے گئے۔ بعد کے برسوں میں ان کیمیائی اثرات کی وجہ سے مزید کئی ہزار افراد لقمۂ اجل بن گئے۔ صدام حکومت کا الزام تھا کہ یہ حملہ وہاں سے پسپا ہوتی ہوئی ایرانی افواج نے کیا ہے۔حملہ جس نے بھی کیا ہو، لیکن اس کے نتیجے میں خطے کے تمام کردوں کے دل میں تعصب کی گرہ مزید مضبوط ہوگئی۔

۱۹۹۰ء میں عراقی صدر صدام حسین سے کویت پر چڑھائی کا ارتکاب کروایا گیا۔ اس کی آڑ میں عرب سرزمین پر امریکی افواج کی آمد کے بعد سے عراق میں ایک نیا منظرنامہ تشکیل پانے لگا۔تیل کی وافر دولت ہونے کے باوجود پورے ملک میں تباہی و بدحالی عروج کو چھونے لگی۔ پہلے کویت کی آزادی اور پھر وسیع پیمانے پر تباہی پھیلانے والے ہتھیار (WMD) تیار کرنے کا الزام لگاتے ہوئے، عراق کو گھٹنے ٹیکنے پر مجبور کیا جانے لگا۔ اپریل ۱۹۹۱ء سے اقوام متحدہ کے ذریعے عراق کے وسیع علاقوں پر فضائی پابندیاں عائد کردی گئی تھیں۔ ان پابندیوں کا بظاہر مقصد شمال میں کردوں اور جنوب میں شیعہ آبادی کا تحفظ قرار دیا گیا۔لیکن عملاً ان فضائی پابندیوں کی آڑ میں برطانوی اور امریکی فضائیہ، عراقی فضائی حدود پر قابض ہوگئی۔ اسی عرصے میں کرد ملیشیا 'پیش مرگہ' نے اربیل اور سلیمانیہ سے عراقی افواج کو بے دخل کرتے ہوئے اپنا قبضہ مستحکم کرلیا۔ پھر مئی ۱۹۹۱ء میں کرد پارلیمنٹ کا اعلان کرتے ہوئے عام انتخابات کروا دیے گئے۔ مسعود البارزانی کی جماعت کردستان ڈیموکریٹک پارٹی (KDP) کو ۵۰ء۸ فی صد اور جلال الطالبانی کے کرد قومی اتحاد PUK

(Patriotic Union of Kurdistan) کو ۴۹ء۲ فی صد ووٹ ملے۔

۱۹۹۶ء میں اقوام متحدہ نے عراقی تیل کی قیمت کا ۱۳ فی صد حصّہ کرد علاقوں کے لیے ضبط کرنے کی قرارداد منظور کرتے ہوئے، 'تیل کے بدلے خوراک' کا منصوبہ نافذ کر دیا۔ دونوں کرد رہنماؤں مسعود البارزانی اور جلال الطالبانی کے مابین اختلافات اور جھڑپوں کی طویل تاریخ تھی۔ ۱۹۹۸ء میں امریکا نے دونوں کو واشنگٹن میں جمع کیا اور ان کے مابین جامع امن معاہدہ طے کروا دیا۔ عراق سے مسلسل جنگ، چہار اطراف سے محاصرہ، اس کے بیرونی اکاؤنٹس پر تسلط، تباہ کن اسلحے کا الزام، ایک کے بعد دوسری پابندی، مسلسل نگرانی و تلاشی، ساتھ ساتھ دہشت گردی کے کارروائیاں جاری تھیں، جب کہ دوسری جانب عراق ہی کے کرد علاقوں کی مکمل سرپرستی، وافر مالی امداد اور اس پورے عرصے میں تقریباً کامل امن وامان ـــــ ایک ہی ملک میں دو مختلف ریاستوں کا نقشہ واضح کرتا چلا جا رہا تھا۔

۲۰۰۳ء کے اوائل میں صدام حسین حکومت کا خاتمہ کرتے ہوئے امریکی افواج نے پورے عراق پر قبضہ کرلیا۔ پھر اپنی مرضی کا سیاسی نظام وضع کرتے ہوئے کرد اور شیعہ آبادی کو اقتدار سونپ دیا۔ ۲۰۰۴ء میں دستور ساز اسمبلی اور ۲۰۰۵ء میں عام انتخابات بھی کروا دیے۔ اہلِ سنت آبادی کے بڑے حصّے نے دونوں انتخابات کا بائیکاٹ کیا۔ امریکی سفیر پال بریمر نے ملک میں 'نیا نظام' متعارف کروایا، جس کے مطابق ملک کا صدر کردی النسل، وزیراعظم شیعہ اور سپیکر اہلِ سنت میں سے ہونا طے کیا گیا۔ عراق کی تمام مسلح افواج کو تحلیل کرتے ہوئے، نئی افواج ترتیب دینے کا اعلان کیا گیا۔ البتہ کرد ملیشیا پیش مرگہ کے بارے میں طے پایا کہ اسے تحلیل کرنے کی ضرورت نہیں۔ اپنی کتاب: *My Year in Iraq* (عراق میں میرا سال) میں بریمر نے عراقی اور کرد رہنماؤں سے ملاقاتوں کی تفصیل لکھی ہے کہ انھوں نے کس طرح جلال الطالبانی کو عراق کی اور مسعود البارزانی کو کردستان کی صدارت کے لیے آمادہ کیا۔ بدقسمتی سے طالبانی کو صدر مملکت کا عہدہ دیا جانا یا دیگر کرد نمایندوں کو اہم مرکزی مناصب سونپنا، عراق کو متحد رکھنے کے لیے نہیں، بلکہ اسی ہدف کے لیے تھا کہ وہ فیصلہ سازی کے اہم مراکز میں بیٹھ کر کردستان کو الگ کرنے کا عمل تیز اور پھر مکمل کریں۔

۲۰۰۵ء میں منتخب کی جانے والی پارلیمنٹ کے ذریعے عراق کا نیا دستور بنایا گیا اور اس

کے مطابق کردستان کو داخلی خودمختاری کے درجے سے اُٹھا کر 'کردستان ریجن' قرار دے دیا گیا۔ دستور کی شق ۵۳ کے الفاظ ہیں کہ: ''عراق، کردستان ریجن کی حکومت کو ایک قانونی حکومت تسلیم کرتا ہے۔ یہ ریجن اس سرزمین پر واقع ہے، جو ۱۹ مارچ ۲۰۰۳ء سے پہلے دھوک، اربیل، سلیمانیہ، کرکوک، دیالی اور نینوٰی کے اضلاع پر مشتمل اور اسی حکومت کے زیراختیار تھی''۔ اب وہاں اپنے طور پر تیل کی تلاش کا کام مزید تیز کردیا گیا۔ اپنی الگ وزارت خارجہ کے ذریعے بیرونی دنیا سے تعلقات قائم اور معاہدے کیے جانے لگے۔ عراقی پرچم کے بجاے اور کہیں ساتھ ساتھ، کردستان کا پرچم لہرایا جانے لگا۔ اپنا قومی ترانہ متعارف کروادیا گیا۔ اسی طرح کردستان کی الگ کرنسی اور پاسپورٹ کی تیاری شروع ہوگئی۔ ۲۰۰۷ء میں امریکی افواج نے کردستان کے دفاع اور امن وامان کی ذمہ داری مکمل طور پر کردستان ریجن کی حکومت کے سپرد کرتے ہوئے وہ علاقہ خالی کردیا۔ ۲۰۰۹ء میں تیل برآمد کرنا شروع کردیا گیا۔ ۲۰۱۴ء میں کردستان حکومت نے داعش کے قبضے سے بچانے کا دعویٰ کرتے ہوئے، عراق میں تیل کے اہم مرکزی شہر کرکوک کو بھی اپنے انتظام میں شامل کرلیا۔ اس طرح عراقی تیل کے تقریباً ایک تہائی ذخائر کردستان کے زیراختیار آگئے۔

عالمی رپورٹیں اعتراف کرتی ہیں کہ یہ علاقہ تیل کے سمندر پر تیر رہا ہے۔ اس علاقے میں زمین کے اندر پائے جانے والے تیل کی مقدار کا اندازہ ۴۵ ارب بیرل لگایا جاتا ہے۔ امریکا کی مشہور کاروباری شراکت دار کمپنی 'بلومبرگ' (Bloomberg) کے مطابق کردستان ریجن صرف کرکوک کے کنوؤں سے ۶ لاکھ بیرل تیل روزانہ برآمد کررہا ہے۔ اس اثنا میں تیل کی معروف عالمی کمپنیوں: امریکی 'اکسن' (Exxon) فرانسیسی 'ٹوٹل' (Total)، امریکی 'شیورون' (Chevron)، روسی 'گیس پروم' (Gas Prom) سمیت تیل کے سب اہم سوداگر کردستان میں آن براجمان ہوئے۔ شیورون نے گذشتہ دو برس سے وہاں اپنا کام بند کررکھا تھا، حالیہ ریفرنڈم سے ایک ہفتہ قبل نئے معاہدے کے تحت پھر واپس آگئی۔ یہاں گیس کے ذخائر کا اندازہ ۵,۶۶ کھرب میٹر مکعب لگایا گیا ہے۔ روسی کمپنی 'گیس پروم' نے بھی اپنے سابقہ معاہدوں کے علاوہ حالیہ ریفرنڈم سے چند روز قبل، وہاں ۴ ارب ڈالر کی سرمایہ کاری کے معاہدے کیے۔

اس تاریخی وسیاسی سفر سے اندازہ لگایا جاسکتا ہے کہ عالم اسلام کے حصّے بخرے کرنے کے

منصوبے، کس قدر طویل مدتی سازشوں کے ذریعے بالآخر حقیقت بنادیے جاتے ہیں۔ ۲۵ستمبر کو کردستان میں کرایا جانے والا ریفرنڈم تو محض ایک رسمی کارروائی تھی۔ البتہ ریفرنڈم کے بعد کے حالات بتا رہے ہیں کہ اپنوں کی منافقت اور دشمنوں کی سازشیں ایک طرف اور تدبیر الٰہی کا ایک اشارہ دوسری طرف۔ ۲۵ ستمبر کو یک طرفہ طور پر ریفرنڈم کروانے کی دیر تھی، کہ خطے میں سرد مہری کے شکار کئی مسلم ممالک میں تحرک پیدا ہوا۔

ایران کی جانب سے شام میں بشار الاسد کی بھرپور حمایت کیے جانے پر ترکی، ایران تعلقات میں بہت گرم جوشی نہ رہی تھی۔ کردستان ریفرنڈم کے بعد، پہلے ایرانی ذمہ داران نے ترکی کا دورہ کیا۔ پھر ترک افواج کے سربراہ خلوصی آکار اور ۴ راکتوبر کو خود ترک صدر طیب ایردوان ایران آئے۔ عسکری اور حکومتی ذمہ داران سے مفصل مذاکرات کیے اور اعلان کیا کہ: ''دونوں ملک کسی صورت عراق کو تقسیم کرنے اور کردستان کو الگ کرنے کی اجازت نہیں دیں گے''۔ خطے کے تقریباً تمام ممالک کی جانب سے ریفرنڈم مسترد کردیے جانے پر عالمی قوتوں نے بھی بظاہر اس کی مخالفت کردی۔

تیل کے وسیع ذخائر، بڑی آبادی، وسیع رقبہ (۲۷ ہزار مربع کلومیٹر) دریائے دجلہ و فرات اور زرخیز سرزمین، کردستان کے مثبت و مضبوط پہلو ہیں۔ لیکن کمزور پہلوؤں میں اہم ترین بات یہ ہے کہ اسے کوئی سمندری ساحل میسر نہیں ہے۔ خشکی میں گھرے اس علاقے کو اپنا تیل بیچنے کے لیے عراق، شام یا ترکی کا محتاج ہونا پڑتا ہے۔ وہ اب بھی جو تیل برآمد کر رہا تھا، ترکی میں بچھائی گئی 'جیہان' نامی پائپ لائن کے ذریعے ہی بھیجا جا رہا تھا۔ ریفرنڈم کے فوراً بعد ترکی اور ایران نے، فضائی اور بری حدود بند کرتے ہوئے کردستان کے دونوں فعال ایئرپورٹ (اربیل، سلیمانیہ) مفلوج کردیے۔ زمینی راستوں سے بھی انسانی ضرورت کی انتہائی ناگزیر اشیا کے علاوہ ہر شے کی نقل و حمل روک دی۔ اور سب سے اہم پیش رفت یہ ہوئی کہ عراقی فوج نے، ایرانی عسکری دستوں کے تعاون اور ایرانی القدس بریگیڈ کے جنرل قاسم سلیمانی کی سرپرستی میں کارروائی کرتے ہوئے، کرکوک جیسا اہم علاقہ کردستان سے واپس لے لیا۔ جواب میں کرد مزاحمت تقریباً ناقابلِ ذکر تھی۔

ریفرنڈم کے اگلے ہفتے (۴ راکتوبر ۲۰۱۷ء) جلال الطالبانی، دنیا سے رخصت ہوگئے۔

تعزیت کے بہانے ان کے وارثوں سے کئی عالمی ذمہ داران کی ملاقاتیں ہوئیں۔ انھی ملاقاتوں میں ایک اہم ملاقات، عراق وشام میں نمایاں ترین عسکری کارروائیوں کے نگران ایرانی القدس بریگیڈ کے سربراہ جنرل قاسم سلیمانی کی تھی۔ انھوں نے جلال الطالبانی کی بیوہ اور بیٹے سے ملتے ہوئے انھیں کرکوک شہر کے بارے میں اپنے فیصلوں سے بھی آگاہ کیا۔ مسعود بارزانی کرکوک میں شکست کا اصل ذمہ دار بھی جلال الطالبانی کے وارثوں کو قرار دے رہے ہیں۔ کرکوک ہاتھ سے نکل جانے، کردستان کے فضائی و زمینی راستے مسدود ہوجانے، بیرونی سرمایہ کاروں کی ایک بڑی تعداد کے فرار ہوجانے اور عالمی سرپرستوں سمیت ساری بیرونی دنیا کی مخالفت کے بعد فی الحال کردستان کی علیحدگی آسان نہ ہوگی۔ مگر یہ خوش فہمی بھی درست نہ ہوگی کہ کرد مسئلہ ختم ہوگیا۔ خدشہ یہی ہے کہ تقریباً ایک صدی سے سازشیں کرنے والے آیندہ بھی فتنہ جوئی کرتے رہیں گے۔

● **عالمِ اسلام کو تقسیم کرنے کی سازش:** اس موقعے پر کرد عوام کو یہ ضرور سوچنا ہوگا کہ نسلی تعصب، الگ شناخت اور بعض اقتصادی مفادات کی بنیاد پر نسل درنسل جاری کشت وخون سے انھیں آخر حاصل کیا ہوا؟ وہ کب تک سامراجی طاقتوں کے مفادات کا ایندھن بنتے رہیں گے۔ اُمت مسلمہ کو اپنے کرد بھائیوں کی جانب سے ٹھنڈی ہوائیں آئیں تو صرف اس وقت کہ جب وہ اپنے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے اُمتی کی حیثیت سے اُٹھے اور کرد رہنما سلطان صلاح الدین ایوبی کی قیادت میں قبلۂ اول کو آزاد کروانے میں کامیاب ہوئے۔ بدقسمتی سے آج کردوں کی علیحدگی کے لیے سب سے توانا آواز اسرائیل ہی کی ہے۔ صرف اسی نے ریفرنڈم اور اس کے نتائج کی مکمل حمایت کی ہے۔ علیحدگی کے حامی، ریفرنڈم کے جشن کے دوران میں دو ہی پرچم لہرا رہے تھے، ایک کردستان کا اور دوسرا اسرائیل کا۔ ہمارے کرد بھائی اس حقیقت سے بھی یقیناً غافل نہیں ہوں گے کہ صہیونی ریاست کا اصل مقصد اپنی سرحدوں کو دجلہ وفرات تک توسیع دینا ہے۔ 'کردستان' صرف ایک وقتی مرحلہ اور قربانی کا بکرا ہے۔

اسرائیلی وزیراعظم موشے شیرٹ نے ۱۹۵۴ء میں اپنی یادداشتوں میں لکھا تھا کہ ''عالمِ عرب میں مختلف اقلیتوں کے دل میں علیحدگی کے جذبات کو تقویت دینا، ان سے علیحدگی وآزادی کی جدوجہد کروانا، ان کے دلوں میں 'اسلامی مظالم' سے نجات حاصل کرنے کی تمنا پیدا کرنا ہی اصل میں

وہ کام ہے، جس سے ان علاقوں کا امن و امان تباہ کیا (اور خود محفوظ رہا) جاسکتا ہے''۔ ۱۸۹۷ء میں وجود میں آنے والی 'عالمی صہیونی تنظیم' WZO نے ۸۰ کے عشرے میں اپنی جو حکمت عملی شائع کی، اس میں خطے کے تمام ممالک کو تقسیم در تقسیم کرنا شامل تھا۔ اس میں واضح طور پر لکھا گیا تھا کہ:

''عراق، شام سے زیادہ طاقت ور ہے، وہ اسرائیل کے لیے زیادہ اور فوری خطرہ ہے، اس لیے پہلے عراق کو پارہ پارہ کرنا، شام کو تقسیم کرنے سے زیادہ ضروری ہے''۔ ۱۹۹۲ء میں اسرائیل نے عرب اقلیتوں کے بارے میں ایک سیمی نار منعقد کیا۔ اس کی سفارشات میں صراحت سے کہا گیا:

''ایسی متحرک اور مضطرب اقلیتیں، اسرائیل کے محفوظ مستقبل کے لیے برابر کی شریکِ کار ہیں۔ اسلام اور عرب قومیت کے نظریات پر نظرِثانی کرنے کے عمل میں بھی ان اقلیتوں کا بنیادی کردار ہے''۔

مشرق وسطیٰ اور اسلام کے بارے میں کئی اہم کتابوں کے مصنف برطانوی نژاد امریکی دانش وَر برنارڈ لیوس سے منسوب عالم اسلام تقسیم کرنے کے منصوبے، امریکی لیفٹیننٹ کرنل رالف پیٹر کا Blood Borders (خونیں سرحدیں) کے عنوان سے پیش کردہ نیا علاقائی نقشہ، امریکی کانگریس میں پاکستان سمیت کئی ممالک کے حصّے بخرے کرنے کی بازگشت، امریکی دفاعی اداروں میں پڑھائے جانے والے نئے مشرق وسطیٰ کے نقشے، کئی عالمی رسائل و جرائد میں مسلسل شائع ہونے والے مضامین، قبائلی علاقائی اور لسانی تعصّبات کو اُجاگر کرنے کے لیے مسلسل لکھی جانے والی کتب، عالمی یونی ورسٹیوں میں تقسیم اُمت پر کروائی جانے والی لاتعداد تحقیقات، اور مہیب ابلاغیاتی مہم دیکھیں تو موجودہ صورتِ حال کی اصل سنگینی مزید اُجاگر ہوکر سامنے آتی ہے۔

'کردستان' ریاست بنانے کی حالیہ کوشش سے پہلے یہی تجربہ جنوبی سوڈان اور انڈونیشیا کے علاقے مشرقی تیمور میں کیا جاچکا ہے۔ حال یا مستقبل کی کسی بھی علیحدگی پسند تحریک کے لیے ان تجربات میں بڑی عبرت کا سامان پوشیدہ ہے۔ جنوبی سوڈان میں بھی کردستان کی طرح سالہا سال کی سازشوں، قتل و غارت اور خانہ جنگی کے بعد ریفرنڈم اور اعلان آزادی کیا گیا۔ وہاں بھی تیل سے مالامال حصّے کو الگ ملک بنایا گیا۔ وہاں کے عوام کو بھی اس کے نتیجے میں شان دار اقتصادی ترقی کے خواب دکھائے گئے۔ وہاں بھی شمالی سوڈان کی طرف سے جنوبی سوڈان پر مظالم اور وسائل ہڑپ کرنے کے الزامات ذہنوں میں راسخ کیے گئے۔ اسلحہ، مالی وسائل اور عسکری تربیت دی گئی۔

ایک طویل عرصے سے جاری ان کوششوں کے نتیجے میں ۲۰۱۱ء میں ریفرنڈم کے بل پر علیحدگی ہوگئی۔ علیحدگی کے بعد کا جنوبی سوڈان دیکھیں تو، اپنے قومی وقار کا بھرم رکھنے کی کوششیں کرتا ہوا متحدہ سوڈان، جنت نظیر دکھائی دیتا ہے۔ الگ ملک بنانے والے قبائل، شمالی سوڈان کے بعد، اب ایک دوسرے کے خون کے پیاسے ہیں۔ مختلف بغاوتوں، لڑائیوں اور سازشوں کے بعد اب وہاں قحط سالی سے بھی زیادہ تباہی اور مفلوک الحالی ہے۔ جنوبی سوڈان تیل کے وسیع ذخائر کے علاوہ، انتہائی زرخیز سرزمین اور دریائے نیل سے مالا مال ہے، لیکن اس وقت دس لاکھ سے زیادہ افراد مہاجر کیمپوں میں جا بسنے پر مجبور ہو چکے ہیں۔ ایک کے بعد دوسرا مسلح قبیلہ مخالف قبائل کے سامنے سینہ سپر ہوجاتا ہے اور عالمی سامراجی آقا، فریقین کو مزید اسلحے سے نوازتا ہے۔ اس المناک صورتِ حال سے لاتعلق عالمی کمپنیاں دھڑا دھڑ تیل نکال رہی ہیں، لیکن اقوام متحدہ کے بیان کے مطابق: ''جنوبی سوڈان کو دنیا کے بدترین غذائی بحران کا سامنا ہے''۔

پھر صرف جنوبی سوڈان ہی کو الگ کرنے پر اکتفا نہیں کیا گیا، سوڈان کے مغربی علاقے دارفور میں بھی شورش برپا کردی گئی۔ جنوبی سوڈان میں محرومیوں کا واویلا اور مسلم مسیحی اختلافات کی آگ بھڑکائی گئی تھی، دارفور میں عربی الاصل اور افریقی الاصل مسلمان قبائل کو جنگ کی آگ میں جھونک دیا گیا ہے۔

● **بلوچستان:** اسرائیلی ذمہ داران اور ان کے عالمی سرپرستوں کا پیش کردہ مشرق وسطیٰ کا نیا نقشہ دیکھیں تو اس وقت پاکستان سمیت خطے کے تمام ممالک میں تقسیم در تقسیم کی تخم ریزی عروج پر ہے۔ بلوچستان سے گرفتار بھارتی جاسوس کل بھوشن تو دیگ کا صرف ایک دانہ ہے۔ جنیوا میں ہرطرف آویزاں کیے گئے آزاد بلوچستان کے اعلانات محض پاگل پن کا مظاہرہ نہیں، بلکہ پانی سر سے اُونچا ہوتے چلے جانے کا خطرناک اشارہ ہیں۔ اس وقت مغربی ممالک کے علاوہ خود کئی مسلمان ممالک میں درجنوں علیحدگی پسند بلوچ رہنماؤں کو بٹھا کر ان کے دلوں میں نفرت اور تعصب کے الاؤ بھڑکائے جارہے ہیں۔ اُن کے ساتھ مسلسل رابطے، منصوبہ بندی اور مشترکہ پروگرام کرتے ہوئے بھارتی اور اسرائیلی ذمہ داران 'وسیع تر بلوچستان' بنانے کے واضح اعلانات کررہے ہیں۔ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے قبلۂ اوّل پر قابض صہیونی، اور اسے شہید کرنے کے لیے موقعے کی تلاش

میں لگے ان کے جنونی مذہبی رہنما بلوچستان 'آزاد' کروانے کی قسمیں کھا رہے ہیں۔ ایسی ہی ایک تقریب کے لیے دُور دراز کا سفر طے کر کے آنے والا اسرائیلی نائب صدر مینڈ یلسن اپنے خطاب میں ایلیز اگرین برگ کے مضمون سے طویل اقتباسات پڑھتے ہوئے، بلوچستان کو پاکستان سے الگ کر دینا اپنا اہم مشن قرار دیتا ہے۔ مضمون کا عنوان: 'Kurds, Baloch and Israelis' ہی ساری سازشیں بے نقاب کرنے کے لیے کافی ہے۔

ایک طرف افغانستان، مختلف بھارتی ایجنسیوں اور بے خبر بلوچ نوجوانوں کو اپنے ناپاک عزائم کی بھینٹ چڑھانے کے لیے قائم، تربیتی کیمپوں کی آماج گاہ بن چکا ہے۔ اور دوسری جانب پاکستان کے قریب ترین دوست اور' برادر ممالک علی الاعلان بلوچستان الگ کرنے کی بات کر رہے ہیں۔ یقیناً اس کی وجہ ایران عرب مخاصمت اور شیعہ سُنّی تنازعات کا افسوس ناک عروج ہے۔ یہ ممالک کبھی کبھی اس سے پاکستان کو مستثنٰی قرار دیتے ہیں، اور ان کے سرکاری وغیر سرکاری ذرائع ابلاغ صرف 'ایرانی بلوچستان' کا نام ہی لیتے ہیں، لیکن اس تجاہلِ عارفانہ اور خود فریبی سے وہ عالمی منصوبے تبدیل نہیں ہوسکتے، جو پاکستان و ایران ہی نہیں، خود افغانستان کے حصّے بخرے کرنے کے لیے نافذ کیے جارہے ہیں۔ یہ بھی ایک تلخ حقیقت ہے کہ تقسیم در تقسیم کیے جانے کے ان منصوبوں کی فہرست میں تقریباً تمام ہی عرب ممالک کا نام بھی شامل ہے، حتیٰ کہ مکہ و مدینہ کو الگ کرنا بھی انھی مکروہ عزائم میں شامل ہے۔

● **اسلامی اخوت کے فروغ کی ضرورت:** 'کردستان'، جنوبی سوڈان اور خود مشرقی پاکستان سمیت دیگر کئی علاقوں میں تقسیم کا یہ تاریخی سفر دیکھتے ہوئے، پوری مسلم دنیا کو اپنی پالیسیوں پر نظر ثانی کرنا ہوگی۔ محرومیوں کا ازالہ کرنا ہوگا۔ ہر ظلم اور ناانصافی ختم کرنا ہوگی۔ تمام انسانوں کو رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے ارشاد کے مطابق: کنگھی کے دندانوں کی طرح برابر (سَوَاسِيَةٌ كَأَسْنَانِ الْمِشْطِ) سمجھنا ہوگا۔ ہر علیحدگی پسند کو بھی بے لاگ جائزہ لینا ہوگا کہ اس سے بے انصافی میں دوسروں کا کتنا ہاتھ ہے اور خود ان کے اپنے بعض سرداروں کی لُوٹ مار کا کتنا کردار؟ اس پورے منظرنامے سے یہ مسلّمہ حقیقت بھی عیاں ہوتی ہے کہ صرف قوت کے بل بوتے پر کہیں بھی امن و استحکام قائم نہیں کیا جاسکتا۔ دشمن بھی اس سارے گھناؤنے کھیل میں صرف اسلحہ اور پیسہ استعمال نہیں کر رہا، قلب و نگاہ میں فساد بو رہا ہے۔ اس کا مقابلہ کرنے کے لیے اُمت مسلمہ کو بھی

ہوش کے ناخن لیتے ہوئے، دل میں اللہ اور اس کے رسولؐ کی محبت کو ہر تعصب یا لالچ سے زیادہ مضبوط کرنا ہوگا۔

منافقین نے ریاست نبویؐ مستحکم ہوتے دیکھی تو باہم مشورہ کرتے ہوئے اوس وخزرج اور انصار ومہاجرین کا تعصب اُبھارنا چاہا۔ آپؐ کو اطلاع ملی تو فوراً تشریف لائے۔ چہرۂ مبارک ناراضی سے سُرخ تھا۔ آتے ہی فرمایا: مَا بَالُ دَعْوَى الجَاهِلِيَّة ’یہ کیسی جاہلانہ بات ہے؟‘ پھر فرمایا: دعوھا فَإِنَّهَا فِتْنَة ’یہ تعصبات چھوڑ دو یہ بدبُودار لاش ہے‘۔

معروف تابعی جناب شہر بن حوشب نے اُم المومنین حضرت اُم سلمہ سے دریافت کیا: رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کون سی دُعا سب سے زیادہ کیا کرتے تھے؟ انھوں نے جواب دیا: آپ اکثر فرماتے تھے: يَامُقَلِّبَ الْقُلُوبِ ثَبِّتْ قَلْبِيْ عَلَى دِيْنِكَ، اے دلوں کو پھیرنے والے، میرے دل کو اپنے دین پر جما دے۔ اس بارے میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے ایک اور معروف فرمان پر جتنا بھی غور کریں، رہنمائی کے نئے سے نئے باب کھلتے چلے جاتے ہیں۔

آپ نے فرمایا:

> أَلَا وَ إِنَّ فِي الْجَسَدِ مُضْغَةً إِذَا صَلَحَتْ صَلَحَ لَهَا الْجَسَدُ وَ إِذَا فَسَدَتْ فَسَدَ الْجَسَدُ كُلُّهُ أَلَا وَ هِيَ الْقَلْبُ ، خبردار رہو، جسم میں ایک لوتھڑا ایسا ہے کہ جب وہ درست ہوجاتا ہے تو سارا جسم درست رہتا ہے۔ وہ فسادزدہ ہوجاتا ہے تو سارا جسم فسادزدہ ہوجاتا ہے۔ خبردار رہو وہ دل ہے۔

یعنی دل ایمان، تقویٰ، عزیمت اور محبت کا مرکز بھی ہوسکتا ہے اور دل ہی کفر، عناد، تعصب، نفرت اور لالچ کی آماج گاہ بھی بن سکتا ہے۔ دلوں میں خیر و بھلائی کی شمع روشن ہوجائے، تو ایک فرد ہی نہیں، پوری قوم اور معاشرہ نجات و فلاح پا جاتا ہے۔ دل غفلت کا شکار ہوکر زنگ آلود ہوجائیں، گناہوں کے سیاہ نقطے بڑھتے بڑھتے پورے دل کو لپیٹ میں لے لیں تو افراد ہی نہیں، اقوام وممالک تباہی و بربادی کی جانب بڑھتے چلے جاتے ہیں۔

شیطان رجیم بھی اپنے دل میں پائے جانے والے تکبر اور عناد کی وجہ سے تباہ ہوا۔ پھر آدم وحوا علیہما السلام پر بھی دل ہی کی راہ سے حملہ آور ہوا: فَوَسْوَسَ لَهُمَا الشَّيْطَانُ، (شیطان نے

ان کے دل کو بہکایا)۔ آ کر بڑے چاپلوسانہ انداز میں قسمیں کھا کھا کر کہنے لگا: اِنِّیۡ لَکُمَا لَمِنَ النّٰصِحِیۡنَ (میں آپ دونوں کا بڑا خیر خواہ ہوں)۔ پھر کائنات کا پہلا قتل بھی آدم علیہ السلام کے دو بیٹوں میں سے ایک کے دل میں نفرت و حسد کی آگ بھڑکاتے ہوئے کروایا گیا۔ ایک کے اخلاص قلب اور تقویٰ کے باعث، اس کی قربانی قبول ہوئی، دوسرے کے دل میں کھوٹ تھا، عمل قبول نہ ہوا۔ بجائے اس کے، کہ وہ اپنی اصلاح کرتا، حسد اور نفرت کی آگ میں جلتے ہوئے اس نے بھائی کے قتل کا ارادہ و اعلان کر دیا۔ لَاَقۡتُلَنَّکَ (میں تمھیں قتل کر کے چھوڑوں گا)۔

رب ذوالجلال نے نفرت و حسد پر مبنی اس واقعے کا ذکر کرنے کے بعد کسی ایک بے گناہ کا قتل پوری انسانیت کا قتل قرار دے دیا اور کسی ایک انسان کو بچا لینا گویا پوری انسانیت کو بچا لینا قرار دیا۔ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے بھی اس جرم کی سنگینی بیان کرتے ہوئے فرمایا کہ قتل ہونے والا کوئی بے گناہ ایسا نہیں ہے کہ اس کے قتل کے گناہ کا ایک حصّہ آدم علیہ السلام کے قاتل بیٹے کو نہ پہنچتا ہو، کیوں کہ اس نے قتل متعارف کروایا۔ گویا اتنے خوفناک عذاب کا آغاز دل میں جلنے والی آتش حسد و نفرت سے ہوا۔ سب مل کر اسے بجھانے کی کوشش کریں گے تو ایک بار پھر باہم محبت و اخوت کی نعمت نصیب ہو جائے گی۔ دنیا ہی نہیں آخرت بھی سنور جائے گی:

وَاعۡتَصِمُوۡا بِحَبۡلِ اللّٰہِ جَمِیۡعًا وَّلَا تَفَرَّقُوۡا ۪ وَاذۡکُرُوۡا نِعۡمَتَ اللّٰہِ عَلَیۡکُمۡ اِذۡ کُنۡتُمۡ اَعۡدَآءً فَاَلَّفَ بَیۡنَ قُلُوۡبِکُمۡ فَاَصۡبَحۡتُمۡ بِنِعۡمَتِہٖۤ اِخۡوَانًا ۚ وَکُنۡتُمۡ عَلٰی شَفَا حُفۡرَۃٍ مِّنَ النَّارِ فَاَنۡقَذَکُمۡ مِّنۡہَا ؕ کَذٰلِکَ یُبَیِّنُ اللّٰہُ لَکُمۡ اٰیٰتِہٖ لَعَلَّکُمۡ تَہۡتَدُوۡنَ ○ (اٰل عمرٰن ۳: ۱۰۳) سب مل کر اللہ کی رسی کو مضبوط پکڑ لو اور تفرقہ میں نہ پڑو۔ اللہ کے اُس احسان کو یاد رکھو جو اُس نے تم پر کیا ہے۔ تم ایک دوسرے کے دشمن تھے، اس نے تمھارے دل جوڑ دیے اور اس کے فضل و کرم سے تم بھائی بھائی بن گئے۔ تم آگ سے بھرے ہوئے ایک گڑھے کے کنارے کھڑے تھے، اللہ نے تم کو اس سے بچا لیا۔ اس طرح اللہ اپنی نشانیاں تمھارے سامنے روشن کرتا ہے شاید کہ ان علامتوں سے تمھیں اپنی فلاح کا سیدھا راستہ نظر آ جائے۔